انٹرویو: عثمان غنی اسراء

حکمران امریکا کے ایجنٹ ہیں
جب تک یہ طبقہ برسر اقتدار ہے، ہماری آزادی بالکل ختم ہے

مجلس احرار اسلام کے سربراہ ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری کا ہفت روزہ ''وجود'' (کراچی) کو دیا گیا انٹرویو

ہندوستان کی سرزمین پر فرنگیوں کے خلاف جہد مسلسل کا دوسرا نام مجلس احرار اسلام ہے، جوں ہی احرار اسلام کا نام زبان پر آئے تو ذہن میں خود بخود ایشیاء کے عظیم خطیب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تصویر جھلملانے لگتی ہے۔ انہوں نے فرنگیوں پر سرزمین ہند کو تنگ کر دیا۔ وہ پاکستان کے معرض وجود میں آجانے کے بعد منکرین ختم نبوت کے لئے تا دمِ مرگ متحرک رہے۔ آج ان کی جماعت مجلس احرار اسلام کے شیدائی نہ صرف ملک کے طول و عرض میں ہیں، بلکہ ہندوستان اور بنگلہ دیش میں بھی موجود ہیں۔ ان دنوں اس جماعت کی قیادت شاہ صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند مولانا سید عطاء المہیمن بخاری کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ ۱۹۴۴ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے، قرآن پاک اور ابتدائی دینی تعلیم اپنی والدہ سے مکمل کی۔ اس کے بعد ملتان کے مدرسہ قاسم العلوم سے درجہ حفظ میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے مختلف دینی درسگاہوں میں زیر تعلیم رہے۔ والد اور بڑے بھائیوں کی گرفتاریوں اور روپوشیوں کے باعث گھر کے انتظامات چلانے کی ذمہ داری ان پر ہی رہی۔ ۱۹۶۸ء میں مجلس احرار کی رکنیت سازی کی، اس دوران مختلف تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور متعدد بار جیل بھی گئے اس کے بعد ۱۹۷۴ء میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور ۱۹۹۰ء میں واپس پاکستان آئے۔ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کے خلیفہ مجاز ہیں اور اس لئے آپ کو جماعتی کارکن ''پیر جی'' کہہ کر پکارتے ہیں، آپ کے ملک بھر میں مریدین کی تعداد سینکڑوں ہزاروں میں ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری المعروف پیر جی نے بتایا کہ ان کی تربیت میں ان کے بڑے بھائی مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ کا بڑا عمل دخل ہے۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے جماعت کی سربراہی اور مجلس احرار کے زیر انتظام چلنے والے ۳۰ دینی مدارس کی نگرانی ان کے حوالے کی مجلس احرار کے چلنے والے ان کے مدارس کا الحاق وفاق المدارس الاحرار کے ساتھ ہے، جو مجلس احرار اسلام نے دینی مدارس کا ایک علیحدہ وفاق قائم کیا ہوا ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری انتہائی سادہ طبیعت کے مالک ہیں اور خاک نشینی پر فخر محسوس کرتے ہیں پیر جی بڑی مشکل بات کو آسان پیرائے میں اور بہت بڑی بات کو بڑی دلیری سے کہنے کے عادی ہیں، خطابت میں جوش و ولولہ انہیں اپنے والد سے میراث میں نصیب ہوا اور علم دوستی ان کے خاندان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپ حکومتِ وقت کو امریکا کا آلہ کار اور افغانستان میں امریکیوں کے خلاف جہاد کو اسی طرح جائز قرار دیتے ہیں کہ جس طرح ماضی میں روس کے خلاف جائز تھا۔ ان کو متحدہ مجلس عمل سے امید ہے کہ وہ ملک میں وسیع تر انقلاب کا پیش خیمہ بنے گی۔ وہ ایم ایم اے کی سیاسی حکمت عملی کے معترف ہیں۔ آپ گزشتہ دنوں جماعتی دورہ پر ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے تو ان سے ملکی و بین الاقوامی حالات پر گفتگو ہوئی جو نذر قارئین ہے۔

س: مسلمانوں کی دنیا بھر میں موجودہ پستی کا کیا علاج ہے؟

ج: جب تک تمام مسلم ممالک کفر کے خلاف متحد نہیں ہو جاتے اپنی انفرادیت کو قائم نہیں کرتے اس وقت تک انہیں مار پڑتی رہے گی طاغوتی طاقت امریکا، پورے عالم پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو روکنے کی ایک ہی شکل ہے جتنی تاویلیں کرلیں، ان

تاویلوں اور لمبے چوڑے بیانات سے مسئلہ حل ہونے کا نہیں جب تک اس کو زیر کرنے کا کوئی حل نہیں نکلتا۔ ہمارے پاس تمام وسائل ایٹمی قوت' انسانی قوت موجود ہے فوج ہمارے پاس موجود ہے' کون سے ذرائع ایسے ہیں جو ہمارے پاس موجود نہیں صرف ہمارے اندر احساس اور غیرت پیدا ہو جائے۔ ہم کفر سے اتنے خائف اور لرزاں براندام ہیں۔ مرنا تو ایک دن ہے اگر لڑ کر مر جائیں تو وہ بے غیرتی کی موت سے بہتر ہے اس وقت اس سے بہتر کوئی حل نہیں کہ اتحاد قائم کر کے کفر کے بڑھتے ہوئے ظلم کا مقابلہ کیا جائے۔

س: کیا موجودہ حالات میں ایسی کوئی صورت نظر آ رہی ہے کہ مسلم اُمہ اکٹھی ہو جائے گی یا بین الاقوامی سطح پر کوئی ایسا رہنما ہے کہ جو کہ مسلم اُمہ کی رہنمائی کرے۔

ج: ظاہری اعتبار سے تو ایک ہی ملک ہے جو باعتبار مسلمانوں کی قیادت کرنے کے قابل ہے وہ ہے المملکۃ السّعودیہ۔ پاکستان، مصر، ترکی، افرادی قوت اور فوجی قوت کی حیثیت سے بہت بڑے معاون ثابت ہو سکتے ہیں بشرطیکہ یہ تعاون کریں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ خود بخود ایسی کوئی طاقت ظاہر ہو جائے۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے، کسی ایک کو بڑا ماننا پڑے گا۔ اور ملائشیا کی جُرأت ہے یا مہاتیر محمد کی جُرأت ہے کہ اس نے اپنی طاقت سے بڑھ کر بات کی ہے اور وہ کچھ کہہ گیا کہ جو پاکستان سمیت دوسرے ممالک نہیں کہہ سکتے تھے۔

س: عراق پر جب امریکا نے حملہ کیا تو پوری امت مسلمہ کی ہمدردیاں عراق کے صدر صدام کے ساتھ تھیں اور جب اس نے پسپائی اختیار کی تو بڑے تواتر سے اس کو غدار کہا جانے لگا اس ضمن میں آپ کیا فرمائیں گے؟

ج: میں ذاتی طور پر بڑی مدت سے صدام کو مشکوک سمجھ رہا تھا اور موجودہ صورت میں عقل کام نہیں کرتی کہ اتنی بڑی غداری پوری فوج میں ہوگئی ہو' یہ بات عقل سے باہر ہے۔ افغانستان اور عراق کی تدبیر کو آپس میں ملانا درست نہیں ہے، افغانستان کی تدبیر درست تھی اور عراق کی تدبیر مشکوک تھی۔ صدر صدام کا کردار بعد میں انتہائی مشکوک ہو گیا تھا جس سے ملت اسلامیہ کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

س: امریکا کی جانب سے افغانستان، پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کی حکومتوں کے ذریعے دینی مدارس کے خلاف کارروائیوں کو آپ کی جماعت کس نظر سے دیکھتی ہے؟

ج: مؤقف بڑا واضح ہے کہ امریکا یا کوئی بھی کفریہ طاقت یہ سمجھتی ہے کہ دینی مدارس ہی وہ واحد مراکز ہیں جہاں سے مذہب سے لگاؤ رکھنے والے لوگ نکلتے ہیں اور دین کو ختم کرنے کے لئے امریکا دینی مدارس کے خاتمے کی تدبیریں کر رہا ہے۔ جن میں وہ قطعاً کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ دینی مدارس دین کی بقا اور احیاء کا مرکز ہیں اور جہادی تنظیموں کے خاتمے کا مقصد مسلم اُمہ سے جہاد کو دور کرنا ہے اور جہادی تنظیموں کا خاتمہ کسی بھی مسلم اُمہ کے مفاد میں نہیں، ان کی بقا ضروری ہے۔

س: افغانستان میں جب روس کے خلاف جنگ تھی تو پاکستان سے لوگ جاتے تھے مذہبی جماعتیں بھی انہیں مجاہد کہتی

تھیں اوراس وقت ملک کے جید علماء کرام نے فتویٰ دیا تھا کہ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد جائز ہے آج بانگ دہل امریکا کے خلاف اس قسم کا فتویٰ کیوں نہیں دیا جارہا؟

ج: جیسے روس کے خلاف جہاد فرض تھا اسی طرح امریکا کے خلاف بھی سرزمین افغانستان پر جہاد فرض ہے وہ بھی کفریہ طاقت تھی یہ بھی کفریہ طاقت ہے۔ حالات کا تھوڑا سا فرق ہے۔ روس کو وہ تسلط حاصل نہیں ہوا تھا اور اندر سے قوت کھڑی ہوگئی تھی، اس قوت کے ساتھ بیرونی قوتوں نے مل کر جہاد کیا۔ امریکا نے افغانستان پر تسلط حاصل کرلیا ہے اور اندرونی طاقتیں کمزور ہوگئی ہیں جذبات تو وہی ہیں، جو علماء اس وقت روس کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر چکے ہیں وہ علماء اب امریکا کے خلاف اسلام کا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں۔

س: اُس وقت یہ کہا جارہا تھا کہ افغانستان میں امریکا کے مفادات کی جنگ لڑی جارہی ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ صورتحال کیسی ہے؟

ج: حقیقت میں وہ امریکا کے مفاد کی جنگ تھی اور سیاسی غلطیاں تو ہوتی ہیں۔ وہ ہم سے سیاسی غلطی ہوئی تھی کہ ہم نے امریکا کو اپنا دوست سمجھا اور حالانکہ ''الکفر ملت واحد'' کے اصول تحت تمام باطل قوتیں مسلمانوں کے خلاف ایک ہیں ان حضرات کو اس وقت امریکا کی طاقت پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے تھا اور یہاں عرب ملکوں سے جو لوگ آئے تھے وہ اس لئے عرب ملکوں سے آئے تھے کہ یہاں جہاد کا میدان بن جائے گا کیونکہ ان کے پاس جہاد کا میدان نہیں تھا۔ اور وہ یہاں سے پورے عالم میں دین کے لئے جہاد کرنا چاہتے تھے، وہ اپنے عہد میں سچے تھے بیچارے۔

س: پاکستان میں ایف بی آئی کو کھلی آزادی ہے اور ہماری حکومت امریکا کا مکمل ساتھ دے رہی ہے۔ اس حوالے سے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اور متحدہ مجلس عمل کے کردار کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج: متحدہ مجلس عمل کا کردار اس وقت میری رائے کے مطابق درست ہے حکومت پاکستان دین اور ملک کے لئے مخلص نہیں ہے موجودہ حکمران طبقہ امریکا کے ایجنٹ کا کردار ادا کررہا ہے ان کا وجود اور پاکستان کی آزادی دونوں برابر نہیں چل سکتے جب تک یہ طبقہ برسراقتدار ہے ہماری آزادی بالکل ختم ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ایم ایم اے کے ذریعے ایک انقلاب لے آئے کہ جس سے اس ملک کی غیرت' احیاء اور آزادی قائم ہوجائے ایسا نہ ہوا تو یہ تاریخ کا بہت بڑا سانحہ ہوگا۔ پرویز اور اس کے حواری اس ملک کے دینی اعتبار سے کسی طرح بھی مخلص نہیں ہیں۔

س: متحدہ مجلس عمل کے ارکان جب منتخب نہیں ہوئے تھے تو بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو آڑے ہاتھوں لیتے تھے مگر آپ دیکھیں کہ آج ایف بی آئی کی جانب سے القاعدہ کے تعلق کو بنیاد بنا کر ملک کے طول وعرض میں چھاپے مارے جارہے ہیں اس پر ایم ایم اے والے کبھی بھی اسمبلی فلور پر نہیں بولے اس کے مقابلے میں ایل ایف او اور صدر کے خطاب پر پارلیمنٹ میں ہنگامے کرتے رہے؟

ج:	میں ان کو تضاد نہیں بلکہ بہتر حکمت عملی سمجھتا ہوں کہ پہلے ایک مقصد کو حاصل کر لیا جائے۔ میں کوئی ان کا وکیل نہیں ہوں لیکن میں اس بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ پہلے ایک بڑا مرکزی نکتہ ہے وہ ہے اس اقتدار میں تبدیلی پیدا کرنا اور موجودہ جو امریکی ایجنٹ ہے اس کو الگ کر کے اقتدار پر قبضہ کر کے بقیہ تمام امور طے کرنا، یہ ضروری ہے کہ جب تک یہ مرکز ختم نہیں ہوتا اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

س:	کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور میں علماء مصلحت کا شکار ہو گئے ہیں؟

ج:	مصلحت نہیں اچھی تدبیر کر رہے ہیں۔

س:	صوبہ سرحد میں مجلس عمل کے اقتدار کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

ج:	صوبہ سرحد کے عوام نے شریعت کے نفاذ کے لئے جنہیں منتخب کیا۔ اب تک ہونے والے ان کے تقریباً تمام اقدامات کو اچھی نظر سے دیکھتا ہوں۔ تمام امور پر فی الفور قابو پالینا یہ فی الوقت ممکن نہیں، لیکن ان کا اقتدار ملک میں روشنی کی ایک کرن ضرور ہے

س:	کشمیر پر موجودہ حکومت کی پالیسی کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج:	حضرت امیر شریعتؒ نے ۱۹۴۹ء میں یہ فرمایا تھا کہ جب تمہاری فوجیں سری نگر سے واپس آ چکی ہیں تو تم کشمیر کو بھول جاؤ کشمیر کا فیصلہ ہو چکا ہے ایسے ہی ۵۵ سال گزار دیئے۔ کشمیر اب ہمیں نہیں ملے گا اس پر وقت صرف ہو رہا ہے اور بڑی طاقتیں اپنے مفاد کے مطابق کام میں مصروف ہیں۔ اب دنیا سے کوئی حقیقت چھپی نہیں رہی۔ پاکستان کے ساتھ کشمیر کا الحاق کسی بھی طور پر بیرونی طاقتیں نہیں چاہتیں۔

س:	آپ کی اس بات کے بعد کشمیر میں کام کرنے والی کشمیری مجاہد تنظیموں کے متعلق عجیب صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ جو وہاں پر جہاد میں مصروف ہیں؟

ج:	ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں مظلوم مسلمانوں کی اخلاقی سفارتی اور ہر قسم کی حمایت کرنی چاہیے۔ اور اگر کشمیری خود آزادی کے خواہاں ہیں تو ہمیں بھی ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ اور یہ صرف کشمیر میں نہ ہو بلکہ فلسطین، چیچنیا سمیت تمام دنیا میں جہاں مسلمان مظلوم ہیں وہاں مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہیے۔

س:	ہماری حکومت کہتی ہے کہ ہم کشمیریوں کی اخلاقی اور سفارتی امداد جاری رکھیں گے اس امداد کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج:	ہماری حکومت کی یہ پالیسی امریکا کے تابع ہے۔ ذاتی پالیسی تو ہے نہیں، اس کے ذریعے وہ امریکا کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس کا تسلط قائم ہو جائے۔ وہاں پر چین روس اور امریکا اپنا اپنا تسلط چاہتے ہیں پاکستان وہاں پر امریکا کا راستہ ہموار کرنے کی سعی کر رہا ہے۔